رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۰۹۳
إن تنصروا الله ينصركم ويثبت أقدامكم
چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے
الحکم
عام قیمت صرف پانچروپیہ
معاونین سے عـہ
ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی
قیمت پیشگی
قیمت پیشگی
جلد ۲۱ | قادیان دار الامان مورخہ ۲۱ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۵

عرفان الٰہی اور اسکے حصول کے ذرائع

چھٹی بات کسی بات کو چھوٹا نہ سمجھو بعض لوگ کسی گناہ کو چھوٹا سمجھ لیتے ہیں۔ قرآن کریم میں صغیرہ کبیرہ کی تقسیم نہیں ہے۔ قرآن شریف سے یہی ثابت ہے کہ جو خیال بدی کا آوے وہ صغیرہ ہوتا ہے۔ لیکن جب انسان اسے کر گزرتا ہے تو وہی صغیرہ۔ کبیرہ ہوجاتا ہے۔

اور عام طور پر بھی یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہر چھوٹی بات بڑی کی محرک ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے

عرفان کیونکر پیدا ہوتا ہے یا اسکی علامات کیا ہیں؟

یاد رکھو! عرفان کی علامتیں دو قسم کی ہیں ایک بیرونی ایک اندرونی

بیرونی علامت یہ ہے کہ نوافل کے ذریعہ تقرب الٰہی کو حاصل کرتا ہے اور اسطرح پر خدا تعالیٰ اسکے جوارح ہوجاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرائض ہی نہیں نوافل کی بھی حفاظت کرتا ہے اور نوافل کو کبھی ترک نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ کا اسکے ہاتھ پاؤں بن جانے سے یہ مراد ہے کہ اسکے کام خدا تعالیٰ کے کام ہوجاتے ہیں۔ حبذا اسکی حقیقت یہ ہے کہ دیکھنے سے اس کی توجہ مراد ہوتی ہے۔ چلنے سے ہمت اور ہاتھ سے اخذ اور گرفت اور سننے سے مراد قبولیت ہوتی ہے۔ بولنے سے مراد حق گوئی ہوتی ہے غرض خدا کی نصرت اور تائید اس کے ساتھ ہوجاتی ہے اور یہی بیرونی علامت ہے کہ خدا تعالیٰ کی تائید الیسی ہوجاتی ہے کہ اس کا **مخالف تباہ ہوجاتا ہے۔**

اندرونی اور یا علامت یہ تین قسم کی باتیں ہوتی ہیں (۱) پہلا تغیر النسان کے اندر پیدا ہوتا ہے نیکیوں اور بدیوں کا

(مطبع انوار احمدیہ میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی پروپرائٹر چھپکر شائع ہوا)

میں گیا۔ آخرکار مجھسے پوچھا۔ کہ تیرا کیا حال ہے۔ اور تو کیوں اس شہر آیا ہے۔ میں نے حضرت علی رض سے کہا کہ اگر میری بات چھپائے سکیں تو میں بتاتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا بہت اچھا تب میں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ یہاں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ میں نے اسکی تحقیقات کے لیے اپنے بھائی کو بھیجا تھا۔ جس نے واپس جاکر میری تسلی نہ کی تب میں نے چاہا کہ خود اس شخص کو ملوں۔ حضرت علی رض نے کہا کہ تو نے یہ بہت نیک کام کیا ہے۔ دیکھ میں ابھی اُس شخص کے پاس جاتا ہوں میرے پیچھے پیچھے آ۔ جس گھر میں داخل ہوں تو بھی داخل ہو جائیو۔ راستہ میں چلتے چلتے اگر تیرے واسطے کوئی خطرہ دیکھونگا تو میں خود دیوار کے پاس کھڑا ہوکر جوتا جھاڑنے لگ جاؤں گا۔ مگر تو نہ کھڑا ہونا۔ اور راستہ پر چلے جانا۔ تاکسی کو علم نہ ہو جاوے کہ یہ تیرے ساتھ ہے اور پکڑ کر مارے نہ بلکہ یہ سمجھا جاوے کہ اس کا ساتھی نہیں بلکہ رہگذر رہے۔ پس ہم دونوں چل پڑے یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں دونو جا حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ میرے روبرو اسلام کی تعلیم پیش کریں۔ آپ نے اسلام کی تعلیم پیش کی۔ مجھے پسند آئی اور مسلمان ہو گیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر اس امر کو چھپائے رکھیو اور اپنے شہر کو واپس چلا جا جب تجھے علم ہو جاوے کہ ہمارا غلبہ ہو گیا ہے تو پھر ہمارے پاس آئیو! میں نے عرض کیا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپکو حق دیکر بھیجا ہے میں تو ابھی ان لوگوں میں چلا دُوں گا۔ میں مسجد میں آیا تو قریش وہاں موجود تھے۔ کہا کہ اے قریش میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد صلعم اُسکا بندہ اور رسول ہے اُنھوں نے کہا پکڑو اس بیدین کو پس پکڑ لیا اور ایسا مارا کہ میں مرنے کے قریب تھا۔ حضرت عباس رض آگئے اور مجھپر اوندھے گر پڑے اور مجھے بچا لیا اُنکو کہا کہ تمھارا ستیاناس ہو۔ تم غفار قبیلہ کے ایک شخص کو مارتے ہو حالانکہ انھیں جاکر تم تجارت کرتے ہو اور وہاں سے گزرتے ہو وہ تمھیں ہلاک کردیں گے۔ اگلے دن پھر میں نے تبلیغ کی۔ اُنھوں نے پھر مجھے سخت مارا اور حضرت عباس رض نے پہلے دن کی طرح آکر بچایا اور انکو ویسے ہی ڈانٹا۔ پس یہ حالت تھی درپیش حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ

اس میں یہ امر قابل غور ہے کہ ایک وقت وہ تھا کہ حضرت ابوذر نبی کریم صلعم کا پتہ بھی کسی سے مارے ڈر کے دریافت نہ کر سکتے تھے مبادا کوئی مارے یہ وہ وقت تھا جبکہ ایمان کی لذت حضرت ابوذر کو نہ تھی جونہی اسلام لایا اور اللہ تعالیٰ نے انکے دل میں ایمان داخل کیا اور حلاوت ایمان انکے جسم میں رچ گئی۔ وہ اس نعمت عظمیٰ کو چھپانا اور خاموش رہنا کفر سمجھتا تھا۔ بلکہ وہ چاہتا تھا کہ اس نعمت کو دوسروں تک پہنچاؤں خواہ اس راہ میں ٹکڑے ٹکڑے کیا جاؤں یا قتل کیا جاؤں اور کوئی امر اسکو اس کام سے اب روکنے والا نہ تھا چنانچہ ایک دن موت تک کی نوبت پہنچتی ہے۔ اور دوسرے روز پھر بندۂ خدا اسی کام کے واسطے تیار ہو جاتا ہے جس پر کل مار کھائی تھی۔ درحقیقت جب حلاوت ایمان کسی شخص کو حاصل ہو جائے تو تب یہی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جانا ٹکڑے ٹکڑے کیا جانا اور اپنے آپکو اسکی راہ میں نیست و نابود کرنا حقیقی ہستی اور حیاتِ جاوید سمجھی جاتی ہے۔ ایسی ہی مثال فرعون کے ساحروں نے دکھائی۔ ایک وہ وقت ہے بادشاہ انکو بلاتا ہے اور بادشاہ کی عزت و رسوائی اور فتح و شکست کا سوال ہے۔ ادنیٰ عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ بادشاہ جن لوگوں کی کوششوں سے کامیاب ہوگا وہ کسقدر انعام و اکرام کے مستحق ہو سکتے ہیں مگر چونکہ وہ اسوقت دنیا کے کیڑے تھے۔ اسلیے نہایت ہی گرا ہوا سوال کرتے ہیں کہ اجی ہم اگر جیت گئے تو کیا ہمیں کچھ بھی ملے گی؟ اور ایک وقت وہ ہے۔ کہ جب تھوڑے ہی دیر بعد ہدایت پاتے ہیں [illegible] ہوتا ہے۔

اور حلاوت ایمان ان کے رونگٹے رونگٹے میں دھنسی جاتی ہے - بادشاہ کہتا ہے کہ تمھیں پھانسی دیدونگا وہ کہتے ہیں (لا ضیر انا الی ربنا لمنقلبون ؕ) کچھ پرواہ نہیں - تم ہمیں موت سے ڈراتے ہو ہمتو اپنے رب سے ملیں گے - اور یہی ہمارا مدعا ہے - اور اسی میں حیات جاوید ہے - یہ تو دور کی باتیں ہیں - اس زمانہ میں بھی اللہ کریم نے اسکا نمونہ ہمکو دکھایا ہے - وہ یہ کہ ہم میں سے اکثروں نے بچشم خود دیکھا کہ کابل سے مولوی عبداللطیف صاحب شہید چلکر یہاں آئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے ان کی صحبت میں کچھ عرصہ رہے کامل ایمان حاصل کیا وہ واپس وطن جاتے ہیں - اُس ملک کے حالات اس امر کے متقاضی تھے کہ وہ اس امر کا اظہار حکومت کے سامنے نہ کرتے مگر خاموش رہنا اُنھوں نے موت جانا اور اس نعمت کو دوسروں تک پہنچانا اور تبلیغ کرنا سدا کی زندگی سمجھی اور ان کے ایمان میں یہاں تک ترقی ہوئی کہ رستے ہی سے اُنھوں نے کابل کے بادشاہ کو تبلیغ کی - جیسا کہ دستور ہے حق کی مخالفت کی گئی - پس ایمان و کفر کے بالمقابل زندگی و موت کا سوال درپیش تھا مگر جیسا کہ کامل ایمان کا نتیجہ ہوتا ہے - حضرت مولوی صاحب کو قتل کی دھمکی نے حق سے نہ روکا - انکے نازک پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں اور معزز سر مبارک پر پتھروں کی بارش برسائی گئی صرف اسلیے کہ اعلائے کلمۃ اللہ ہو - او خدا کے نام لیوا بکثرت اس ملک میں بھی ہوں - کہنے کو تو وہ مر گئے مگر وہ سدا زندہ ہیں - اور انکے خون کا ایک ایک قطرہ کے بدلہ خدا ہی جانتا ہے کہ کس کس قدر مردہ ہونگے - آج تم سنتے ہو کہ شہید مرحوم کو سنگسار کرنے کا حکم دینے والے بادشاہ پر آگ برسائی گئی - یعنی پستول کے ذریعہ مارا گیا اور اپنے کیے کی سزا پالی - اور جنھوں نے شہید مرحوم کو سنگسار کیا اور ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی تھیں - انکے اپنے پانوؤں میں خدا نے ایسی بھاری بیڑیاں ڈالیں کہ ایک انسان کا انکو اُٹھاکر چلنا تو درکنار گاڑی گھوڑے بھی چلنے سے رہ گئے اور آخر کار کچھ وقت کیلیے قیدیوں پر یا جانوروں پر رحم کھاکر بیڑیوں و زنجیروں کو علیحدہ کرنا پڑا - تا قید خانہ پہنچ سکیں - اور ابھی معلوم نہیں کہ انکے ساتھ کیا کیا سلوک کیا جاوے گا - پس معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ وقت قریب آرہا ہے - کہ مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کے خون کا بدلہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا تھا - کابل سے لیا جاوے اور احمدیت کا علم بلند ہو تا سدا کیلیے مولوی صاحب کا نام زندہ رہے جیسا کہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے کہ خدا کی راہ میں جو مارے جاویں وہ دراصل مرتے نہیں بلکہ حیات جاوید انھیں کو ملتی ہے -

پس ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ تبلیغ کے لیے سر توڑ کوشش کریں تا دین اسلام دنیا میں پھیل سکے - اور خدا کرے کہ اسکام میں کوئی امر مانع نہ ہو - واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

خادمکم محمد نعیب از قادیان دارالامان

ناظرین الحکم

اس سال بھی چار مہینے گذر گئے ہیں اخبار کے بروقت شائع ہونے اسکو ایک کامیاب اور آپ ٹو ڈیٹ ہفتہ وار بنانے کے لیے ازبس ضرورت ہے کہ سالانہ قیمت بھیجکر خاکسار منیجر کو ممنون فرمائیں اور نیز جدید خریدار بھی اس کے لیے مہیا کیجیے -

یعقوب علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قرآن کریم کا کھلا کھلا معجزہ

واضح ہو کہ سورۂ اخلاص کی تفسیر جو اعجازی رنگ میں لکھی گئی ہے چھپ چکی ہے۔ جو مخالفین اسلام کے پیشوایان مذہب کے نام بطور چیلنج کے بھیجی گئی ہے جن سے بڑے زور سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ سورۂ اخلاص کی مانند صرف ایک سطر کی عبارت بنا دیں جس میں سورۂ اخلاص کی طرح بے نظیر خوبیاں ہوں۔ اس چیلنج کے جواب میں اگر مخالفین کچھ لکھیں گے تو پبلک کو خود معلوم ہو گا کہ ان کا جواب سراسر نامعقول اور غلط ہے۔ اور اگر خاموش رہیں گے تو بھی صاف ظاہر ہو گا کہ وہ قرآنی اعجاز کے مقابلہ میں بالکل عاجز اور درماندہ ہیں۔ غرض دونوں صورتوں میں قرآن کریم کی فتح نمایاں طور پر ظاہر ہو گی۔ اور آئندہ کے لیے مسلمانوں کو حق ہو گا کہ وہ ہر ایک مناسب موقع اور محل پر سورۂ اخلاص کو پیش کر کے مخالفوں کی لاجوابی کو یاد دلایا کریں

اس تفسیر ۔۔۔۔۔۔ کی نو اعجازی خوبیوں کی مختصر فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) یہ سورۃ باوجود نہایت مختصر ہونے کے ایسی جامع و مانع ہے کہ جمیع اقسام شرک کے ابطال اور کامل توحید کے اثبات پر اتم اور اکمل طور پر حاوی ہے۔

(۲) اس سورۃ کی عبارت اعجازی طور پر ہر دو پہلو سے مقفٰی ہے

(۳) اس سورۃ میں ایک نہایت عجیب و غریب صنعت اسلوب ہے جو ایسی انوکھی اور نرالی ہے جس پر غور کرنے سے صاف نظر آتا ہے کہ کسی انسان کی کیا مجال ہے کہ اس صنعت کی نظیر اپنے کلام میں دکھلا سکے۔ اس صنعت کی نہایت مختصر کیفیت یہ ہے کہ اول اُس سورۃ کی کل عبارت کچھ اس سبب سے کہ اس میں توحیدی رنگ ہے اس سورۃ کے معنی یعنی مسئلہ توحید کے ساتھ مناسبت ہے۔

دوم ۔ اس سورۃ کے پانچوں الفاظ یعنی الفاظ احد اور صمد اور لم یلد اور لم یولد اور لم یکن لہ کفواً احد کو بایں وجہ کہ ان الفاظ میں توحیدی رنگ ہے۔ اس سورۃ کے معنے یعنی مسئلہ توحید کیساتھ تناسب اور اتصاف ہے۔

سوم ۔ اس سورۃ کے کل کلمات اور کل حروف اور کل زیر زبر و پیش اور کل جزم و سکون اور کل تشدید اور کل نقطوں کو اس سورۃ کے معنے یعنی مسئلہ توحید کیساتھ تناسب اور توافق ہے۔

(۴) اس سورۃ کی تاثیر ایسی زبردست اور فوق العادت ثابت ہوئی ہے کہ جس کی نظیر کسی بشر کے کلام میں پایا جانا محال اور ممتنع ہے۔

(۵) اس سورۃ کی حفاظت اور قبولیت اس درجہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ اگر روئے زمین کے تمام انسان ناخنوں تک زور لگا دیں اور کوشش کریں کہ ان کے کلام کی سورۂ اخلاص کی مانند حفاظت اور قبولیت ہو تو اس بات پر ہرگز ہرگز قادر نہ ہو سکیں گے

(۶) اس سورۃ میں بجز لفظ قل کے از اول تا آخر سب الفاظ اللہ تعالیٰ کے ہی نام ہیں۔ اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے کہ انسانی طاقت اسکی نظیر ہرگز ہرگز بنا سکتی نہیں۔ کیونکہ سورۃ اخلاص کی طرح ایک سطر کی عبارت بھی جو تمام اللہ تعالیٰ کے ناموں سے بنی ہوئی ہو۔ بڑے بڑے دینی مطالب اور مقاصد کو ادا کرنا طاقت بشری سے برتر و بالاتر ہے۔

(۷) اس سورۃ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دجال کی پیشگوئی ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ یہ پیشگوئی ایک عظیم الشان معجزہ ہے

غرض مذکورۂ بالا نو اعجازی حقائق و معارف سے ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ اخلاص خدا کا کلام ہے۔ کیونکہ اس سورۃ کا اپنی اعجازی خوبیوں میں بے نظیر اور انسانی طاقت سے برتر و بالاتر ہونا اس کے کلام الٰہی ہونے پر قطعی ثبوت ہے اسواسطے تفسیر جس نے سورۂ اخلاص کے اعجاز کو ایک جدید اور لذیذ اور عام فہم شکل میں ادا کر دیا ہے۔ جس کے مقابلہ کرنے سے تمام اہل فضل مخالفین عاجز ثابت ہوتے ہیں۔ انیسوی صدی کا ایک عظیم الشان

قرآنی معجزہ

ہے۔ اگرچہ اہل اسلام ہمیشہ سے قرآن کریم کو بطور معجزہ کے مخالفوں کے سامنے پیش کرتے چلے آئے ہیں۔ اور قرآن کریم کے اعجازی نکات کو مفسرین اپنی تفسیروں میں لکھتے بھی رہے ہیں۔ لیکن کسی معین اور خاص سورۃ قرآنی کے اعجازی حقائق و معارف کو جدید اور لذیذ اور عام فہم عبارت میں مخالفوں کے سامنے کسی نے

بطور تحدی و چیلنج

پیش نہیں کیا۔ اس واسطے سورۂ اخلاص کی یہ عجیب و غریب تفسیر جس میں اس سورۃ کے نو اعجاز کو قرآنی معجزہ کے رنگ میں مخالفوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے

بیسویں صدی کی ایک عظیم الشان یادگار ہے

بعض نیکیاں اور بدیاں ایسی بتائی جاتی ہیں جنکی تفصیل دوسری جگہ نہیں ملتی۔

دوسرا درجہ۔ یہ ہوتا ہے کہ بعض مخفی بدیاں ہوتی ہیں جو اسپر ظاہر کر دی جاتی ہیں اس سے اسکا تزکیہ مقصود ہوتا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک بدی ہوتی ہے۔ مگر اسکے سامنے اگر وہ کسی رنگ میں آئے تو اُسکو اطلاع دیجائے یہ اطلاع بالواسطہ ہوتی ہے۔ نفس میں ایک ثبوت اسکے لیے ہوتا ہے جس سے علم ہو جاتا ہے اسکے بعد آخری درجہ ہے کہ کیسی ہی بری چیز ہو اور حرام ہو لیکن ایسی طور پر پیش کیجائے جو دوسرا اسکو معلوم نہ کر سکے۔ لیکن اس سے وہ آگاہ ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر اسکا شیطان مسلمان ہو جاتا ہے اور نفس دھوکہ نہیں کھاتا۔

یہ مختصر نوٹ میں نے اپنے الفاظ میں درج کر دیے ہیں تقریر جب شائع ہوگی تو ناظرین اس سے پورا لطف اُٹھالیں گے۔ میں نے طریق عمل کے لیے ان نوٹوں کو درج کر دیا ہے۔ (ایڈیٹر)

دارالامان کا ہفتہ

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت الحمد للہ اچھی ہے۔

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں اور حضرت خلیفہ اول کے خاندان میں بھی ہر طرح خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم ہے۔

(۳) مدرسہ احمدیہ میں داخلہ یکم مئی سے شروع ہوگا تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ میں خدا کے فضل وکرم سے دوسو کے قریب بورڈر ہو گئے ہیں۔

(۴) محکمہ جات نظارت میں نہایت سرگرمی سے کام ہو رہا ہے۔ خانصاحب محمد عبد اللہ خانصاحب ناظر تالیف و اشاعت صیغہ کے بہترین نظام اور زیادہ مفید ہو کام بنانے میں بہت منہمک ہیں خدا تعالیٰ انکی ساعی کو بارآور کرے۔ یہ جوان صالح خدا کے فضل اور رحم کے ماتحت بڑی بڑی امیدیں دلا رہا ہے اللہ تعالیٰ اسے چشم بد سے محفوظ رکھے آمین۔

افغانستان میں تازہ نشان

افغانستان کے واقعات کے سلسلہ میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ امیر حبیب اللہ خاں صاحب کے قتل کے بعد سردار نصر اللہ خانصاحب اور بعض اراکین سلطنت قید کر لیے گئے تھے۔ سردار نصر اللہ خانصاحب ان سخت معاندین میں سے ایک تھے جو صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فتویٰ موت حاصل کرنے والے تھے۔ اس شخص کو سلسلہ عالیہ سے حد درجہ کا بغض و عداوت ہے۔ صاحبزادہ عبد اللطیف کی شہادت ایک ابدی و دائمی زندگی ہے ہمیشہ اسکا نام عزت و آبرو کیساتھ یادگار رہیگا۔ کہ اس نے حق کے اظہار میں ذرا بھی خوف نہ کیا اور ایمان اور صداقت کے لیے جان دیدینا بہت آسان سمجھا۔ مگر نصر اللہ خاں نہ صرف اس راستباز کے خون کا جواب دہ ٹھہرا بلکہ جب واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ نصر اللہ خاں اپنے حقیقی بھائی اور بادشاہ کو قتل کرانیکا مجرم ثابت ہوا۔ اور اسکی پاداش میں

عمر قید کا سزایاب ہوا

یہ عبرتناک واقعات انسان کی رہنمائی کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں اگر آنکھ کھلی ہو اس کے متعلق اصل خبر یہ ہے۔

"الہ آباد ۲۳ اپریل اخبار پائونیر کو معلوم ہوا ہے کہ ۱۳ اپریل کو کابل میں دربار منعقد کیا گیا۔ اور اس میں سردار نصر اللہ خاں مرحوم امیر کابل کے قتل کرانے کے مجرم قرار دیے گئے اور انکو عمر قید کی سزا دی گئی۔ اسی قسم کی سزا ایک غلام بچہ کو بھی دیگئی جسکی اس جرم میں سازش پائی گئی تھی۔ ایک افغان کرنیل پر یہ جرم ثابت ہوا کہ اس نے امیر کو قتل کیا تھا۔ اسکو موت کی سزا دی گئی۔ جب جلال آباد کی سپاہ نے سردار نصر اللہ خاں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ تو انھوں نے ایک مصاحبوں کے خاندان کے اراکین کو گرفتار کر لیا اور ان کے ساتھ بہت برا سلوک کیا تھا۔ ان سابق کمانڈر انچیف بھی شامل تھا لیکن دربار نے انکو بیگناہ ٹھہرایا اور انکو چھوڑ دیا گیا۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جدید امیر کی پوزیشن بہت مستحکم اور مضبوط ہے۔ اور اسی وجہ سے کوئی اندرونی فساد برپا نہیں ہونے پایا۔ اور نہ کوئی زیادہ کشت و خون ہونے پایا ہے۔ صرف چند آدمیوں کو سزائیں دی گئی ہیں۔"

پیام امن

بنام محبان وطن

تھوڑے دنوں سے ملک کی جو حالت خاموش مقابلہ کی تحریک کی عملی صورت نے پیدا کر دی ہے۔ کوئی محب وطن اور مادر ہندوستان کا حقیقی بہی خواہ اسپر افسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا محاربہ عظیم یورپ کے دوران میں جبکہ بعض دوسرے ممالک میں مختلف قسم کی بدامنیاں اور بے اعتدالیاں ظاہر ہوئیں۔ ہندوستان نے اپنے وقار اور سلامت روی کے طریق کو ہاتھ سے نہ دیا اور اسکی ساری کوشش اور توجہ دشمن کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لیے مصروف رہی لیکن اب جبکہ ملک کی اس قربانی اور مادر وطن کے فرزندوں کی جاں فشانی کے اظہار اور اعتراف کا وقت آیا تو ہندوستان کے بعض حصص میں اعتدال اور سلامت روی کی زندگی کو چھوڑ کر بیہودہ جوش کا اظہار کیا گیا جو کسی صورت میں دیوانگی سے کم نہیں

مجھکو ضرورت نہیں کہ ان بے اعتدالیوں کی تفصیل اور موجبات فساد کی تشریح کروں جو مختلف مقامات پر ظاہر ہوئی ہیں اور جنسے ہندوستانیوں کی غیر متزلزل وفاداری اور اتحاد کو ایک خطرناک دھکا لگایا ہے۔ امن عامہ کا دشمن اور ابن آدم کی ایڑی کو ڈسنے والا سانپ جب آستین میں گھس گیا ہے تو اسوقت ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ اس کے سر کو کچل دے۔ اب اس بات کی ضرورت نہیں کہ ہم تحقیقات کریں کہ یہ آستین میں آیا کیوں کر ؟

پس اسوقت ہم سب کی متحدہ کوششیں اس امر کیطرف لگ جانی ضروری ہیں کہ ملک میں ہر طرح امن و امان رہے اور ہم اپنے مقامی افسروں اور حکام کو اس خصوص میں پوری مدد دیں۔

بد امنی کے نتائج جو لاہور۔ امرتسر۔ گوجرانوالہ میں ظاہر ہوئے وہ ہمارے سامنے ہیں کہ کس طرح پر شوریدہ سر لوگوں کی حماقت نے اپنے امن پسند شہریوں کے مال۔ جان اور آبرو کو خطرہ میں ڈالدیا۔ گورنمنٹ امن کو بحال رکھنے کے لیے اخلاقی طور پر ذمہ دار ہے اور اسکے لیے جو صورت بھی وہ مناسب سمجھے گی اسے اختیار کرے گی۔ اگر سخت تدابیر اختیار کی جائیں تو اسکے لیے ہم خود ذمہ وار اور جوابدہ ہیں۔ اگر ہم اس غلط طریق اور امن شکن راہ کو اختیار نہ کرتے تو یہ روز ہمکو دیکھنے نصیب نہ ہوتا اسلیے

از ماست کہ بر ماست

جاہلوں اور شوریدہ سر لوگوں کے خیالات میں ہیجان پیدا کرنا کوئی اعلیٰ درجہ کی بات نہیں بلکہ تدبر اور دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ملک کی خوشحالی اور بھلائی کے لیے ان تدابیر کو اختیار کیا جائے جو امن آمیز اور سلامتی پر مبنی ہوں۔ کوئی ملک کوئی قوم کبھی ترقی نہیں کرسکتی

جب تک وہ امن میں نہ ہو

لیکن تم ہی انصاف کرو کہ یہ شوریدہ سری یہ دیوانگی امن کے قیام کا موجب ہو یا امن شکنی کا ذریعہ اور کیا اس سے تعلیم تجارت اور صنعت و حرفت کی ترقی کی راہیں کھلتی ہیں یا بند ہوتی ہیں ؟ یہ ایسی باتیں نہیں جو آسانی سے سمجھ میں نہ آسکتی ہوں۔

برٹش گورنمنٹ کی اولوالعزمی بلند حوصلگی اور کمال فیاضی

کا نشان ہے کہ وہ اپنی جد وجہد اور صدائے احتجاج کے بلند کرنے سے نہیں روکتی بلکہ اس پر غور کرتی اور مناسب موقعہ غلطیوں کی اصلاح کے لیے کشادہ دلی سے تیار رہتی ہے۔ پھر ایسی محسن گورنمنٹ کے برخلاف آواز اٹھانا اور نہ صرف آواز بلکہ بیہودہ اور ذلیل طریق پر ملک کے امن کو خراب کرنا کس حد تک عقل اور مذہب کے نزدیک درست ہے۔

خدا کے لیے ان واقعات پر غور کرو اور اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مصداق نہ ہو۔

وہ شخص جسکی تحریک پر خاموش مقابلہ کا نام لیا گیا ان نتائج کو دیکھکر حیران ہے اور انھیں سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور حقیقت میں وہ سچ کہتا ہے کہ ان بد نتائج کا در حقیقت وہی ذمہ وار ہے۔ دنیا ہمیشہ کی زندگی نہیں۔ مرنے کے بعد اپنے اعمال کا ہر شخص کو جوابدہ ہونا ہے۔ یہ کشت وخون اور یہ تکالیف جو ایک خاموش مقابلہ کی تحریک کا نتیجہ ثابت ہوئیں ہیں یاد رکھو

تمھاری ذمہ داری اور جوابدہی کو بڑھا رہی ہیں

اس بڑھتی ہوئی ذمہ واری اور جوابدہی نے مہاتما گاندھی کو حیران کر دیا ہے۔ اور اس نے اپنی بیزاری کا اعلان کر دیا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ طریق جو صدائے احتجاج کے بلند کرنے کا پیدا کیا گیا ہے کہ ہڑتال کی جاوے اور ننگے سر ننگے پاؤں ماتم کیے جاویں۔ اس سے اخلاقی اور عملی طور پر کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

غور کرو کہ ایک شخص بستر مرض پر بیمار پڑا ہے۔ اسکے لیے دوائی کی ضرورت ہے لیکن دوا ساز کی دوکان بند ہے اور وہ کھول نہیں سکتا ڈرتا ہے کہ اگر اس نے دوکان کھولی تو اسپر حملہ کیا جاویگا۔ اب اس بیمار کے لیے بجز اسکے کیا چارہ ہے کہ وہ دم توڑ دے۔ ایک مردہ پڑا ہے اسکے کفن کے لیے کپڑے کی ضرورت ہی مگر پارچہ فروش دوکان نہیں کھول سکتا کیونکہ ہڑتال ہے اب مردہ پڑا سڑ رہا ہے۔ اسی قسم کی حرکات بجز اسکے کہ ایک اخلاقی کمزوری اور بیہودگی کا نشان ہوں کچھ ظاہر نہیں کرتی ہیں۔

واقعات نے بتا دیا ہے کہ یہ طریق مفید طریق نہیں اسکا اثر اہل وطن کے اخلاق اور انکے تمدن اور ترقی پر بہت ہی برا پڑ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اب مسٹر گاندھی کو اعلان کرنا پڑا کہ

(۱) کوئی ہڑتال نہ کی جاوے (۲) کمیٹی کی ہدایات کے بغیر پولیس کے تمام احکامات کی فوراً تعمیل کی جاوے۔ (۳) کوئی سختی نہ کی جاوے (۴) پتھر نہ پھینکے جائیں (۵) ٹریم کاروں اور گاڑیوں کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جاوے (۶) اور کسی شخص کے خلاف کوئی بائیکاٹ نہ ڈالا جاوے (۷) پبلک جلسوں میں تالیاں نہ پیٹی جاویں اور نہ ہی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا اظہار کیا جاوے (۸) نہ شرم شرم کے نعرے لگائے جاویں بلکہ خاموشی رہے۔

ان ہدایات کو دیکھو اور اس طرز عمل کا مقابلہ کرو جو بعض مقامات پر اختیار کیا گیا ہے جس قدر اسپر غور کیا جاویگا۔ اسیقدر نفرت ہمیں اپنے افعال سے پیدا ہوگی۔ یہ عجیب بات ہے بلکہ قابل شرم بات ہے کہ خلاف قانون افعال کے ذریعہ ہم ایک قانون کی خیالی یا واقعی سختی کا انسداد کرنا چاہتے ہیں ہمارا یہ طرز عمل اور رویہ خود اسبات کی شہادت ہے کہ ہم اس سے بھی زیادہ کسی سخت قانون کے ذریعہ درست رہ سکتے ہیں

ایک زمانہ تھا کہ لارڈ لارنس کے مجسم پر تلوار یا قلم کے ......

مشہور کتبہ پر بحث ہو رہی تھی اور اسے ہندوستانیوں کی وفاداری اور شرافت پر موثر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جو افعال ہم آج کر رہے ہیں ان سے کیا ثابت ہو رہا ہے اور

ہمیں شرم آتی ہے کہ وہ بحث فضول تھی۔

اور وطن کی محبت اور بھلائی کا جوش اگر ہمارے سروں میں ہے تو اس کے لیے بہترین طریق یہی ہے کہ ہم امن کے برکات سے فائدہ اٹھائیں ملک کی تمام تر خوشحالی کا مدار امن پر ہے اور اگر ہم خود اسکو توڑیں گے تو ہم سے بڑھکر ملک اور قوم کا دشمن کوئی نہیں ہوگا۔ اس شوریدہ سری کا نام صدائے احتجاج نہیں یہ آئینی جدوجہد نہیں بلکہ یہ تو بغاوت ہے یہ ڈکیتی ہے اور قتل وغارت گری کی کوئی مذہب کوئی عقل جو صاف ہو حکومت اور بادشاہ وقت کی اطاعت سے انحراف کرنے کی تعلیم نہیں دیتی۔ میں ہندو احباب کو صرف اسوقت عقل کے لحاظ سے خطاب کرسکتا ہوں لیکن مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ وہ غور کرکے بتائیں کہ کیا انکا مذہب یہ تعلیم دیتا ہے؟ وہ مذہب جو میدان جنگ میں بھی عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں اور مذہبی لوگوں پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا آج اس مذہب کے حامی مسجد سے نکل کر گرجوں کو جلانا چاہتے ہیں۔ اور عورتوں اور بچوں پر حملہ کرتے ہیں۔ اس سے بڑھکر قابل شرم اور ملامت کے قابل کاروائی کیا ہوگی۔

ہندو حضرات جواب دیں گے کہ وہ مسلمانوں پر تو یہ الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے مندروں کو گرایا حالانکہ اسلام نے اسکی اجازت نہیں دی لیکن انھیں خود باوجودیکہ وہ حکومت برطانیہ کے ماتحت امن کی زندگی بسر کررہے ہیں اور وہ علمی ترقیات انھوں نے کی ہیں کہ اسکی نظیر نہیں ملتی۔ کیا اس احسان کا بدلہ یہی ہے کہ وہ گرجوں کو جلادیں اور معصوم بچوں اور عورتوں پر ظلم کریں۔ ایک طرف دعویٰ کرتے ہیں کہ عورت کی عزت کرنی چاہیئے اور عورت کو دیوی کہتے ہیں اور دوسری طرف یہ بے ہودگی۔

ہندو مذہب کے لیڈروں کو کیا ہوگیا انکی مذہبی حس کیوں مردہ ہوگئی کیوں وہ اس قسم کے افعال پر

نفرت اور ملامت کا ووٹ پاس نہیں کرتے

موجودہ شور وشغب میں جو رویہ اختیار کیا گیا ہے ہر حیثیت اور ہر پہلو سے قابل نفرت ہے اسلیے اب ضرورت ہے کہ وہ لوگ جو ملک اور قوم کے خیر خواہ ہیں اٹھیں۔ اور ان شوریدہ سر لوگوں کو امن کے برکات سے آگاہ کریں میں بھی اسکے لیے اپنی کمزور آواز کو اٹھاتا ہوں میں جانتا ہوں کہ ان ملکی دیوانوں کے حلقہ میں میرے لیے ملامت کا ووٹ پاس کیا جائیگا۔ مگر میں اسکی پرواہ نہیں کرتا۔ اسلیے کہ میں اس آواز کو ملامت یا تعریف کے خیال سے اوپر جاکر اٹھارہا ہوں۔

اسوقت ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ ملک میں امن وامان کے قائم رکھنے میں جو مدد اس سے ممکن ہے اپنے مقامی حکام کو دے۔ میں سمجھتا ہوں سب سے اول ان غلط اور بیہودہ افواہوں کی تردید کرنے کی طرف سنجیدہ لوگوں کو متوجہ ہونا چاہیئے۔ جو دیہات تک میں پھیلائی جاتی ہیں جنکی کچھ بھی حقیقت اور اصل نہیں ہوتی اور یہی سب سے مقدم اور ضروری کام ہے۔ پھر جو لوگ اس قسم کی افواہیں پھیلائیں انھیں ملک اور قوم اور حکومت کے دشمن سمجھکر مقامی افسروں کو انکی اطلاع دینی چاہیئے اگر کوئی اجنبی آدمی کسی جگہ اگر اس قسم کی کوئی تحریک کرے اسکو فوراً وہاں سے نکال دینا مناسب ہے۔ جھوٹی اور بے بنیاد افواہیں جاہل اور عامی طبقہ کو گمراہ کرتی ہیں مفسدہ کلکتہ محض بے اصل اور مبالغہ کرنے والی افواہوں کا ہی نتیجہ تھا۔ اور اسیوقت بھی ان افواہوں نے عوام کو بھڑکانا چاہا ہے۔

غرض امن کو قائم رکھنا ہر مذہب کے پیرو اور ہر مذہب
شہری کا فرض ہے اور اسکے لیے جو کسی سے بن آتا ہے
اس میں کمی نہ کرے۔ احمدی جماعت نے اپنے فرض کو شناخت
کیا ہے۔ وہ شروع سے اس تحریک میں شامل نہیں
ہوئی اور جانتی ہے کہ یہ تحریک مذہبی رنگ سے بھی بیہودہ
ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا کہ انھوں نے ایک شخص
کے کہنے پر جو خدا کا مامور نہیں ۲۴ گھنٹہ کا روزہ رکھنا
جائز سمجھا۔ ایسا روزہ حرام اور محض حرام ہے۔ خدا کی شریعت
نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا میری سمجھ میں اس غلطی اور بیہودگی کے
لیے ان مسلمانوں کو جو اس گناہ میں شریک ہوئے توبہ کرنی چاہئے۔
علماء اسلام جو ہمارے خلاف کفر کے فتوے دینے کو تو بہت
جلد آمادہ ہو جاتے ہیں وہ خدا کیلئے خدا ترس دل لیکر جواب دیں کہ
کیا یہ حرکت ایسی حرکت نہیں جو شریعت کی سخت استخفاف کرتی ہے
مسجدوں میں اور منبروں پر چڑھا کر ان لوگوں سے تقریریں کرائی
جو غیر مذاہب سمجھے گئے میں خانہ خدا کی توہین اور ہتک نہیں سمجھتا
گر میں دیکھتا ہوں کہ انکی ایمانی حالت کمزور ہو رہی ہے اور مذہبی
غیرت ان سے سلب ہو گئی ہے۔ یہ ہندو مسلم اتحاد کی صورت
نہیں ہے۔ اتحاد الگ چیز ہے۔ اس سے کوئی منع نہیں کرتا
گر مذہب فروشی سے اگر اتحاد کرنا چاہتے ہو تو یہ قابل شرم ہے
میں اتحاد کا حامی ہوں اور ہندو مسلم اتحاد کو ان بنیادوں پر
مضبوط کرنے کیلئے جو اسلام کے لیے کسی صورت میں بھی
موجب ہتک نہ ہوں زبردست آواز اٹھانے کے لیے
ہر وقت تیار۔ مگر ایسی بیہودہ رواداری کو میں جائز نہیں سمجھتا کہ
سوامی شردھانند صاحب مسلمانوں کو وعظ کرنے کے لیے
جامع مسجد کے منبر پر کھڑے کیے جاویں اس طریق کو چھوڑ
دینا چاہیے مذہبی حمیت اور غیرت کو قربان کر کے جو اتحاد ہوگا
وہ اتحاد نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہندو مسلم
اتحاد کیلئے جو تجویز پیش کی ہے وہی اسلم طریق اتحاد
کا ثابت ہوگا اگر اتحاد چاہتے ہو تو اس پر توجہ کرو۔ بہر حال یہ تو
ایک ضمنی بات تھی اس حرکت پر ہر محب وطن کا پہلا اور
آخری فرض یہ ہے کہ

وہ اپنے حلقہ اثر میں امن کو قائم رکھنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے

احمدی جماعت جو خدا کے فضل سے پہلے ہی یہی کام کر رہی ہے
وہ اپنی ہمتوں کو اور بلند کرے اور امن کے برکات کی اشاعت
میں بیش از بیش ہمت اور مستعدی سے کام لے۔ کیونکہ
ہماری غرض جو تبلیغ اسلام اور نشر ہدایت ہے۔ وہ
بجائے خود امن پر موقوف ہے۔

سیاست حاضرہ میں احمدی جماعت کا فرض

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالی بنصرہ نے موجودہ شور و شر
کے ساتھ ہی اپنی جماعت کو ہدایات جاری کر دی تھیں کہ وہ
ہر قسم کی ہڑتال وغیرہ سے الگ رہیں اور خاموش مقابلہ کی
تحریک میں قطعاً کوئی حصہ نہ لیں اسکے ساتھ ہی قادیان میں
ایک جلسہ کر کے شورش موجودہ کے متعلق غلط فہمیاں اور غلط
بیانیوں کی تردید کر کے حاضرین جلسہ سے ایک اقرار
اطاعت و وفاداری لیا جس میں اردگرد کے دیہات
کے بہت سے معزز اور شریف لوگ جمع تھے اسکے بعد سے
باقاعدہ معاہدہ امن کی اشاعت اور ہر قسم کی غلط فہمیوں
و غلط بیانیوں اور فتنہ انگیز افواہوں کی تردید کا کام جاری
ہے۔ جماعت کے تمام مبلغین۔ مدرسین اور عہدہ داران
انجمنہائے احمدیہ کو ہدایت جاری ہو چکی ہیں کہ وہ قیام
امن کے لیے ہر ممکن کوشش کریں اور لوگوں کو ہر قسم کی
غلط فہمیوں کا شکار ہونے سے بچائیں۔
حضرت خلیفۃ المسیح کی توجہ بہت جوش اور زور کے ساتھ

اس کام کی طرف مبذول ہے۔

۲۵- اپریل ۱۹۱۹ء کو آپ نے خطبہ جمعہ اس موضوع پر پڑھا- اور نہایت خوبی کے ساتھ یہ امر حاضرین کے ذہن نشین کیا کہ خود امن کو قائم رکھنا ہی کوئی بڑی بات نہیں بلکہ دوسروں کو قیام امن کے لیے پوری تبلیغ کرو اور انکو ان نقصانات سے واقف کرو جو خلاف سرکار کام کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

آپ نے خطبہ میں جو بات خاص طور پر پیش کی وہ یہ تھی کہ

یہ کام تم محض خدا کی رضا کے لیے کرو

حکومت کا انکار اور مخالفت خدا کو ناپسند ہے اور حکومت کے برکات خدا تعالیٰ کے فضلوں اور احسانات کا نتیجہ ہوتے ہیں

ہماری جماعت نے آجتک گورنمنٹ کی خدمت اس اصول پر کی ہے کسی اجر یا صلہ کے لیے نہیں کی بلکہ خدا اور اسکی رضا کے لیے اس خدمت کو کریں اگر تمھیں تکالیف برداشت کرنی پڑیں تو اسکی پرواہ نہ کرو۔ مومن بزدل نہیں ہوتا۔ وہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا تم لوگوں کو بھی سمجھاؤ کہ امن کو قائم رکھنا اور حکومت کی خدمت اور فرمانبرداری ضروری چیز ہے۔

غرض آپ نے جماعت کے اندر ایک ایسا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش فرمائی جو نہایت مبارک اور سلامتی کی روح پیدا کرنے والا ہے۔ اگر ملک کے دوسرے باشندے اور دوسری سوسائٹیاں بھی اسی اصل کو

اپنا نصب العین بنائیں

جسکی ہمکو امید کرنی چاہیئے تو آج ایک مستقل بے نظیر اور مستحکم امن کی لہر ملک میں پیدا ہو جائے گی

بہر حال اسوقت احمدی جماعت سے اس مشن میں جو حضرت امام نے انکے سپرد کیا ہے بیش از بیش اپنی توجہ کو لگانا ہوگی اور تمام اہل ملک میں یہ روح پیدا کرنے کیلیے عزم بالجزم کرنا ہوگا کہ جب سب ملکر ملک میں امن کے برکات سے فائدہ اٹھائیں اور جو غلط فہمیاں ناعاقبت اندیش اور ملک اور قوم کے دشمن پھیلا رہے ہیں انھیں دور کیا جاوے اور ہر شخص حکومت کی اطاعت اور وفاداری میں محض اسلیے لگ جاوے کہ

یہ اس کا ذاتی کام ہے۔

ہر قسم کے صلے اور اجر کی خواہش کے خیال کو چھوڑ کر محض خدا کی رضا کے لیے اس کام کو کرو۔

احمدی جماعت کے امام نے جو روح اپنی جماعت میں پیدا کی ہے یہ معمولی چیز نہیں بلکہ یہی وہ حقیقت ہے جو انسانی زندگی کی اصل غائت ہے۔ کہ اس میں **خدا کے لیے کام کرنے کی حس پیدا ہو**

ایک ضروری گذارش

مارچ کے آخری ہفتہ سے پنجاب میں کچھ ایسے حالات پیش آگئے کہ تمام کاروباری طبقہ میں کچھ عجیب قسم کی مشکلات پیدا ہو گئیں عام طور پر اس موقعہ پر فصل کی کٹائی کیوجہ سے آدمیوں کا ملنا مشکل ہو جاتا ہے مگر امسال اسکے ساتھ ہی بعض بدنصیب ملک کی ناعاقبت اندیشیوں نے حالات کو اور بھی پیچیدہ بنا دیا جس سے پریس کے لیے مزدوروں کا ملنا اور اسکے ضروری مصالحہ کا مہیا ہونا بہت ہی مشکل ہو گیا۔ یہ محض نیت اور محض خدا کا فضل ہے کہ اسوقت ہم دو دو نمبر کے بھی اخبار شائع کرنے کے قابل ہو سکے ہیں۔ ورنہ لاہور اور امرتسر کے اخبارات کے لیے تو کئی قسم کے مشکلات پیش آگئے ہیں بعض اخباروں کی اشاعت بالکل ملتوی ہو گئی۔ امید ہے کہ ناظرین اس طرح کی اشاعت کو جو محض مجبوری کی وجہ سے ہوئی ہے معاف فرمائیں گے۔ رسالہ احمدی خاتون کی اشاعت بھی اسی قسم کی مشکلات کیوجہ سے التوا میں ہے لیکن میں کوشش

الحکم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مرفوع ہونیکے بعد یہ التزام ہمیشہ رکھتا ہے کہ آپ کی تاریخ وفات پر ایک یادگاری نمبر شائع کیا کرتا ہے۔ امسال بھی خدا کے فضل اور رحم کے ماتحت ہی اس نمبر کو شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اگرچہ اسوقت تک یہ نمبر جیسا کہ میں چاہتا ہوں شائع نہیں ہوا۔ میری ہمیشہ خواہش رہی ہے کہ وہ کثرت کیساتھ شائع ہو اور اس میں بہت زیادہ مفید اور دلچسپ مضامین ہوں جو کسی نہ کسی پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوں۔

امسال یہ نمبر اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق میرے رفیق حال رہی تو ۲۴ مئی ۱۹۱۹ء کو انشاء اللہ العزیز شائع کیا جائیگا۔ تاکہ وقت پر احباب کو پہنچ جاوے۔

اس نمبر کی اشاعت اور کامیاب اشاعت کا ایک پہلو میرے متعلق ہے کہ میں اسے عمدہ کاغذ پر اور عمدہ مضامین کے ساتھ شائع کروں اور اسکی کثیر الاشاعتی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام اور جاں نثاران پر موقوف ہے۔ اگر یہ نمبر کم از کم پانچہزار بھی شائع ہو جائے تو میں اسے بہت بڑی کامیابی خلافت ثانیہ میں سمجھوں گا۔ دوسری قوموں کے خاص نمبر بیس بیس ہزار تک شائع ہو جاتے ہیں

احمدی قوم کا خاص نمبر وہ بھی الحکم کا خاص نمبر یعنے اس اخبار کا خاص نمبر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی ایام بعثت کی یادگار ہو جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا بازو قرار دیا ہو۔ اور جسے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے زندہ اور جاری رکھنے کے لیے ایکطرف اسکے ایڈیٹر سے بیعت لی ہو اور دوسری طرف اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں اسکے احیاء و بقا کا انتظام اپنے ہونے والے جانشین یعنی خلیفہ ثانی کے ہاتھ میں دیکر بتا دیا کہ اس اخبار کی اہمیت کس حد تک ہے۔

پانچ ہزار بھی شائع نہ ہو

احمدی انجمنیں تین سو کے قریب ہیں اگر ہر ایک انجمن اسکی بیس بیس کاپیاں بھی خرید لے تو آج ہزار اشاعت اس خاص نمبر کی ہو سکتی ہے۔ بہر حال میں اسکے لیے تحریک کرتا ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے آقا اور مولا کے یادگاری نمبر کی اشاعت میں میرے معاون ہوں۔ یہ نمبر میرا خیال ہے اگر حالات موافق ہوں تو کم و بیش ۶۴ صفحہ پر شائع کیا جائے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر بھی دی جاوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے احباب مضامین لکھیں۔ اپنے محبوب مولا آقا کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مضامین لکھیں۔ جو احباب نظم لکھ سکتے ہیں وہ نظم لکھیں۔ کسی کے پاس پرانے مکتوب ہوں تو انکی نقل یا اصل ارسال کریں تاکہ اُسے درج کیا جاوے خریداری کی درخواستیں بھی دفتر الحکم میں بھیجیں۔ اور ہر صاحب حیثیت کوشش کریں کہ کم از کم پانچ کاپیاں اسی خاص نمبر کی خرید کر کے اپنے دوستوں میں شائع کرے یہ نمبر تبلیغ سلسلہ کا بہترین ذریعہ ہوگا۔ میں اس سے زیادہ ایک

تبلیغ اسلام

یادرفتگان یا بہادرانِ اسلام کا ذکر

دنیا میں قریباً تمام مذاہب و اقوام میں یہ دستور چلا آیا ہے کہ وہ قوم کے جذبات اُبھارنے کے خاطر بزرگان سلف کے کارنامے کسی نہ کسی رنگ میں قوم کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں۔ تا لوگوں کے دلوں میں ولولہ و جوش پیدا ہو اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور انسان کی فطرت میں یہ بات ہے کہ ایسے وقت میں اسکی طبیعت اثر پذیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں میں ہر سال عید الضحیٰ کا موقع اس اصل کو تازہ کرتا ہے اور دیگر مذاہب و اقوام میں بھی کوئی نہ کوئی امر مقرر ہے۔ اس اصل کے ماتحت میں ایک واقعہ حضرت ابوذر رضؓ کے مشرف باسلام ہونیکا پیش کر کے عرض کرتا ہوں کہ ہم لوگوں کو تبلیغ احمدیت کے واسطے اس زمانہ میں عین تبلیغ اسلام ہے کیواسطے ایسے ہی کوشش کرنا چاہیے اور اپنی جان و مال۔ عزت و آبرو اور آرام و سکھ کے مطلق پرواہ نہ کرنی چاہیے۔ اگر یہ بزرگان سلف ان امور کا خیال کرتے تو آج اسلام ہماری گھر دان تک پہنچتا۔ اور اگر ہم اب یہ جانتے ہیں کہ وہی سچا اسلام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں بُعد ہو جانیکے باعث لوگ بھول گئے تھے اور تیرہ سو سال بعد پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام لائے۔ اس زمانہ کے لوگوں تک و آنیوالی نسلوں تک پہنچادیں۔ تو پھر ہمیں تبلیغ کیواسطے وہی طریق اختیار کرنا لازمی ہے۔ ورنہ یہ خواہش عبث۔ اب میں وہ جانگداز مگر روح فزا واقعہ سناتا ہوں۔ جو بخاری شریف میں اس طرح سے واقعہ ہے۔ حضرت ابوذر قبیلہ غفار قبیلہ سے تھے جو کہ مکہ معظمہ سے دور ایک جگہ بود و باش رکھتا تھا انکو خبر پہنچی کہ مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اُنھوں نے اپنے بھائی کو بھیجا کہ جا کر پختہ خبر لائے۔ چنانچہ گیا اور صرف واپس آکر اتنا بتایا کہ وہ شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے۔ مگر اس سے حضرت ابوذر رضؓ کو تسلی نہ ہوئی اسپر انھوں نے خود جانے کا عزم کیا چنانچہ تھوڑی کھجوریں لیں اور ہاتھ میں لاٹھی۔ اور مکہ معظمہ پہنچے وہ وہاں اجنبی تھے کسی سے واقف نہ تھے اور اسوقت کے حالات یہ اجازت نہ دیتے تھے کہ وہاں کسی سے نبی کریم کا پتہ دریافت کرتے کیونکہ کفار اور مشرکین کا سخت زور تھا کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا اور جان پر مصیبت آئی۔ اسلیے وہ آپکی بات کسی سے کچھ نہ پوچھ سکتے تھے۔ اسی طرح ایکماہ یا سوا ماہ تک مکہ معظمہ میں ٹھہرے رہے توشہ سفر ختم ہو گیا۔ اور وہاں کسی سے سوال تک نہ کیا تا کسی کو علم نہ ہو جاوے۔ کہ کوئی اجنبی شخص ہے اور کیوں آیا ہے وہ صرف آبِ زمزم پیتے اور مسجد میں خاموشی سے رہتے۔ حضرت ابوذر رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے پاس سے حضرت علی رضؓ گذرے دیکھکر فرمایا کوئی مسافر آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ ہاں۔ حضرت علی رضؓ نے کہا پھر میرے مکان پر چلو میں ساتھ ہو لیا۔ رات وہاں گذاری نہ تو انھوں نے مجھسے کچھ دریافت فرمایا نہ مجھے کچھ پوچھنے کی جرأت ہوئی۔ صبح ہوئی اور میں مسجد میں آگیا پس نہ تو میں ہی نبی کریم صلعم کی بابت کسی سے پوچھ سکتا تھا۔ نہ ہی مجھے کوئی آپکی خبر دیتا تھا حضرت علی رضؓ پھر میرے پاس سے گذرے فرمایا ابھی تو میرا مکان نہیں جانتا؟ کہا نہیں۔ فرمایا اچھا میرے ساتھ چلو